ابوسلمان شاہجہان پوری

ریشمی خطوط

(چوتھی قسط)

۷۶ مدرسہ سے مراد دارالعلوم دیو بند اور مالکان مدرسہ کے لفظ سے دارالعلوم کے مہتمم شمس العلماء مولانا محمد احمد اور نائب مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن کی طرف اشارہ ہے۔ یہ حضرات شیخ الہند کی تحریک سے متفق نہ تھے۔ اور کوئی ایسی تحریک اور دارالعلوم سے وابستگان کی طرف سے کوئی ایسا اقدام پسند نہ کرتے تھے جس سے ان کے اقتدار اور سرکار میں ان کے رسوخ کو نقصان پہنچے۔ دیو بند میں مولانا عبیداللہ سندھی کے قیام اور ان کی سیاسی سرگرمیوں کو انھوں نے ناپسند کیا تھا۔ مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی کو ان کے مقابلے میں انہی حضرات نے لا کھڑا کیا تھا۔ دیو بند سے ان کے اخراج کا سبب وہی تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ کی ذہنی و فکری تربیت حضرت شیخ الہندؒ کے زیر سایہ ہوئی تھی اس لئے ان کا یہ فرمانا کہ مہتمم صاحبان کے پیش نظر صرف دارالعلوم کا مفاد تھا اور مولانا محمد میاں (مصنف علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے و مرتب و مؤلف تحریک شیخ الہند) کا اس پر صاد فرمانا ان کے صلح پسندانہ مزاج کے عین مطابق ہے آخر وہ بھی تو اسی شجرِ طیبہ کی ایک شاخ تر و تازہ تھے۔ لیکن تاریخ اور حقیقت یہ نہیں ہے۔ اس بارے میں مجھے اپنی رائے کی صحت پر اصرار نہیں لیکن مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تذکرہ شیخ الہند کی رائے یہی ہے "نقش حیات" کے ایک

حاشیے سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مکتوب نگار (مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری) کی رائے یہی ہے۔ جیساکہ ان کے اس جملے سے ظاہر ہوتا ہے۔ "مالکانِ مدرسہ سرکار کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ نمائش کے دربار میں شرکت کا فخر بھی حاصل ہونے لگا ہے" رہا مولانا سید محمد میاں (مصنف علمائے حق) کا یہ فرمانا کہ جوں ہی وقت آیا حافظ محمد احمد نے شمس العلماء کا خطاب واپس کر دیا اور مولانا حبیب الرحمن نے انگریزی گورنمنٹ پر سخت تنقید کی تو یہ بات تحریک ترک موالات (۱۹۲۱ء) کے زمانے کی ہے۔ اس زمانے میں عوامی دباؤ کے تحت بہت سے سرکار پرستوں نے خطابات واپس کر دیئے تھے۔

مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کے اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ مہتمم صاحبان کا وجود اور ان کی مساعی ۱۹۱۶ء میں بھی حضرت شیخ الہند کی تحریک سیاسی کے خلاف اور اس کے کارکنوں کے لئے تکلیف دہ تھیں حضرت شیخ الہند کی سیاسی تحریک سے ارباب اہتمام کا اختلاف محض فکر اور اخلاص پر مبنی نہ تھا مفتی عزیز الرحمن کے بقول "مسئلہ ارباب اہتمام کے اقتدار کا تھا"۔ ریشمی خطوط سازش کیس کے مطابق "شمس العلماء حافظ محمد احمد پسر محمد قاسم بانی مدرسہ دیوبند، مدرسہ کا مہتمم وفادار ہے" اور شیخ الہند "مولانا محمود حسن کا مکان دیوبند میں سازشیوں کا گڑھ اور مولانا کی شخصیت قائدانہ و سرکردہ ہے"۔ اس صورت میں حضرت شیخ الہند کی تحریک سے وابستہ حضرات کے لئے دارالعلوم دیوبند کا ماحول سازگار کیونکر ہو سکتا ہے، خط کی بعد کی سطروں میں ہے کہ "مولانا مدرسہ سے مرعوب ہیں مگر خدام کی صفائی فرماتے رہتے ہیں"۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ارباب اہتمام تحریک شیخ الہند کے ارکان کے خلاف تھے اور حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری ان کا دفاع، ان کی وکالت اور معاملات کی صفائی فرمانے کی سعی فرماتے رہتے تھے۔

تحریک شیخ الہند اور اس کے ارکان سے ارباب اہتمام کے رویے کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا مطلوب الرحمن، مولانا شبیر احمد عثمانی، امیر شاہ، حکیم جمیل الدین محمد مسعود، مولوی احمد رام پوری وغیرہم حضرات تحریک شیخ الہند کے ارکان اور حضرت شیخ الہند کے نہایت معتقد تھے۔ لیکن ارباب اہتمام اور ان کے رویے سے متاثر ہو کر یہ تمام حضرات تحریک سے الگ ہو گئے تھے۔

میں نے یہاں "ارباب اہتمام کے "رویّے" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس "رویّے" کا اندازہ مولانا مدنی صاحبؒ کے اُن الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے جو انھوں نے مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"انھوں نے مشن کے کاموں کو نہایت رازداری سے انجام دیا۔ اعزہ اور احباب نے ان کو بہت کوشش کے ساتھ توڑنا چاہا مگر نہ ٹوٹے اور ہمیشہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ رہے۔ ان کو ڈگمگا دینے والے خطرات سے دوچار ہونا پڑا مگر یہ ثابت قدم رہے"۔

"اعزہ اور احباب" پر زور دینے کے لئے یا توڑنے والی شخصیات کو واضح کر دینے کے کے مولانا مدنیؒ نے ان الفاظ کو واوین میں لکھا ہے۔ یہ واضح رہنا چاہیئے کہ مولانا محمد میاں "حضرت شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحب مرحوم ناظم اعلیٰ دارالعلوم دیوبند کے حقیقی بھانجے تھے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری علیہ الرحمہ ان حالات سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری نے ان کے لئے "مرعوب" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ارباب دیوبند کے رویے کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب پورے ملک میں نظربندان اسلام کی رہائی کی تحریک شروع ہوئی اور لاکھوں مسلمانوں اور ہندوؤں نے رہائی کے لئے محضر پر دستخط کئے تو ڈاکٹر انصاری اور ان سے زیادہ بیگم انصاری کی ایماء پر عبدالعلی نعمان سکریٹری ڈاکٹر انصاری دیوبند گئے کہ حضرت شیخ الہند کی رہائی کے مطالبے میں ارباب دیوبند کی رائے بھی حاصل کی جائے تو انھوں نے حضرت کی رہائی کے لئے وائسرائے سے درخواست کرنے سے بھی انکار کر دیا۔

۱۷ے اس زمانے میں ارباب مدرسہ کو وائسرائے نے شملہ میں بلاکر شرف رؤیت بخشا تھا "نمائش کے دربار میں شرکت کا فخر" سے اشارہ اسی طرف ہے اس موقع پر حضرت مہتمم صاحب کو وائسرائے نے دمنو کے لئے گرم پانی پیش کیا تھا۔ واپسی پر ارکان وفد وائسرائے کے اخلاق و تواضع کے بہت مداح تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی تاریخ سیاسی فرازہی کا نام نہیں۔ اس میں اس قسم کے نشیب بھی ملتے ہیں۔ اگرچہ وہ چند ہی کیوں نہ ہوں۔

۱۸ امیر شاہ کا نام ریشمی خطوط سازش کیس میں دو جگہ آیا ہے پہلی بار ریشمی خطوط کی دوسری یادداشت مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء میں کہ حکیم جمیل اور امیر شاہ جنہیں عبید اللہ نے خدام کے خلاف بدگوئی کا بیگی قرار دیا ہے۔ یہ بات یادداشت میں خط کے حوالے سے نقل کی گئی ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ مطبوعہ خط میں نہ ان کا نام ہے نہ ان کے اور امیر شاہ کے تعلق سے اس قسم کا جملہ ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ کتابت میں کچھ الفاظ چھوٹ گئے یوں بھی یہ جملہ مکمل معلوم نہیں ہوتا۔ کہ امیر شاہ مولانا عبدالرحیم صاحب کے دستی کام کے لئے پڑا ہے اس میں "دستی کام" سے بھی کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔ شاید یہ لفظ دستی نہیں "ذاتی" ہے۔ دوسری جگہ سازش کیس کی شخصیات کے تعارف کا حصہ ہے اس میں ہے کہ

"کنور لیاقت علی رئیس مینڈھو صوبہ جات متحدہ کا ملازم ہے۔ کسی وقت مولانا محمود حسن اور مدرسہ دیوبند کے وفادار پرنسپل شمس العلماء حافظ محمد احمد کے درمیان اختلاف رائے کے باعث اس کی عقیدت کم ہوگئی۔ اب وہ شمس العلماء کا معتقد ہے۔"

اوپر کی سطروں میں ریشمی خطوط کے بارے میں ۲۱ ستمبر کی رپورٹ کے حوالے سے حکیم جمیل کا نام بھی آیا ہے ان کے بارے میں رپورٹ میں یہ الفاظ ہیں۔

"عبید اللہ نے حضرت مولانا کو جو خط لکھا ہے اس میں اس کا تذکرہ ہے۔ حکیم جمیل الدین آف دیوبند بلیامیں طاعت کرتا ہے شمس العلماء حافظ محمد احمد مدرسہ دیوبند کے وفادار پرنسپل کا معتقد ہے۔"

۱۹ مولوی رام سے اشارہ مولوی حکیم احمد رامپوری کی طرف ہے۔ قصبہ بہیا ابراں کے رہنے والے تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں کئی جگہ ان کا نام ہے۔ شخصیات کے ذیل میں ان کے بارے میں ہے کہ:

" مولانا محمود حسن کے شاگرد اور مدرسہ دیوبند کی کمیٹی کے ممبر ہیں۔ خفیہ جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ مولانا محمود حسن کے سفر حج پر جانے کے موقع پر دیوبند آئے اور سفر حج کے لئے تین سو روپے دیئے لیکن مولانا نے ان سے کہا کہ

روپیہ اپنے پاس رکھیں اور جب ضرورت ہو تو حمداللہ کو دے دیں اب معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں اس تحریک سے الگ ہوگیا اور روپیہ دینے سے انکار کردیا۔"

۲۰۔ مسعود تحریک ریشمی خطوط کی مشہور شخصیت ہیں۔ پورا نام محمد مسعود تھا۔ دیوبند کے منشی مظہر حسین کے بیٹے اور حضرت شیخ الہند کے بھانجے اور داماد تھے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں کئی مقام پر ان کا نام اور تذکرہ آیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند میں مدرس اور تحریک کے خاص رکن تھے ستمبر ۱۹۱۶ء میں حکیم عبدالرزاق نے انھیں عرب بھیجا تھا تاکہ وہ حضرت شیخ الہند کو کچھ رقم پہنچائیں، ہندوستان کے حالات سے مطلع کریں اور یہ ہدایت کردیں کہ ابھی ہندوستان تشریف نہ لائیں حضرت مولانا مدنی صاحب رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ "اتفاقاً قاضی مسعود احمد آخری جہاز میں اوائل ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ (اوائل اکتوبر ۱۹۱۶ء) میں آگئے۔ ان سے احوال معلوم ہوئے۔"

مفتی عزیز الرحمن صاحب نے تذکرہ شیخ الہند میں ڈاکٹر انصاری مرحوم کی ایک تحریر کا حوالہ دیا ہے کہ:

"مولوی مسعود احمد ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ میں حج کو گئے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہوکر واپس آرہے تھے کہ بمبئی میں انھیں روک لیا گیا اور وہیں سے زیر نگرانی پولیس الہ آباد پہنچائے گئے اور طویل عرصہ تک وہاں رہے اور اظہار لئے گئے۔ افواہاً سنا گیا ہے کہ ان پر بہت سختی کی گئی اور تکلیف پہنچائی گئی۔ تقریباً ایک مہینہ بعد انھیں گھر جانے کی اجازت دی گئی۔"

الہ آباد میں پولیس کی سختی سے مجبور ہوگئے یا سی آئی ڈی کی شاطرانہ چالوں سے مات کھاگئے اور سی آئی ڈی کو کچھ اشارہ انور پاشا اور جمال پاشا کے دثائق کا مل گیا حضرت شیخ الہند نے مولانا ہادی حسن کے ہاتھ تھا مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری کا اشارہ ہے۔ "مسعود بھی شکار ہوگیا اس کا نتیجہ تھا کہ کئی اصحاب کے لئے پریشانی اور آزمائش کے اسباب پیدا ہوگئے۔ سی آئی ڈی نے بہت کوشش کی لیکن دثائق اس کے ہاتھ نہیں آئے۔

ریشمی خطوط سازش کیس میں ان کا ذکر بایں الفاظ میں آیا ہے۔

"یہ شخص وہ مولوی محمد مسعود ہے جو دیوبند کے منشی مظہر حسین کا لڑکا ہے

مولانا محمود حسن کا بھانجا اور داماد ہے اور مولوی حنیف کا بھائی ہے۔ دیوبند کے مدرسہ میں ملازم ہے۔ حکیم عبدالرزاق انصاری وغیرہ نے ستمبر ۱۹۱۶ء میں اسے عرب بھیجا تھا تاکہ محمود حسن کو ہندوستان کے واقعات سے مطلع کرے اور اس ملک میں واپس آنے کے خلاف تنبیہ کرے۔"

ریشمی خطوط سازش کی ایک شخصیت مولوی ولی احمد پر نوٹ سے ان کے سفر کے بارے میں یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایس ایس اکبر نامی جہاز سے جدہ گئے تھے اور نومبر ۱۹۱۶ء میں اسی جہاز سے واپس آگئے تھے نیز حاجی شاہ بخش کے متعلق نوٹ سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ حاجی صاحب موصوف اور مولوی سید ہادی حسن ستمبر ۱۹۱۶ء میں اسی ایس ایس اکبر نامی جہاز سے ہندوستان پہنچے تھے۔

۲۱۔ بندہ کا لفظ مکتوب نگار مولوی محمد میاں عرف منصور انصاری نے اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ ان پر مفصل نوٹ شیخ عبدالرحیم کے نام مولانا سندھی کے خط میں آچکا ہے۔ مولانا آزاد اور حسرت موہانی سے ان کی ملاقاتوں کے بارے میں سازش کیس کے استغاثہ کے پیرا نمبر ۵۲ میں ان الفاظ میں ذکر آیا ہے۔

"محمد میاں نے کم از کم دو مرتبہ مولوی فضل الحسن حسرت موہانی سے علی گڑھ میں ملاقات کی اور پھر کلکتہ جاکر مولوی ابوالکلام آزاد سے ملا۔ اس وقت آخرالذکر اپنا سامان باندھنے میں معروف تھا تاکہ رانچی جاسکے کیونکہ حکومت کے حکم سے اسے رانچی میں نظربند کیا جارہا تھا۔"

واضح رہے کہ ۲۳ر مارچ ۱۹۱۶ء کو ایک ہفتہ کے اندر حدود بنگال سے نکل جانے کا حکم ہوا تھا اور ۳۰ر مارچ کو کلکتہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولوی محمد میاں کی ملاقات مولانا آزاد سے مارچ کی آخری تاریخوں میں ہوئی ہوگی۔

مولانا حسرت موہانی سے ان کی ملاقات کلکتہ جانے سے پہلے ہوئی ہوگی اس لئے کہ واپسی میں سرحد جاتے ہوئے انھیں اطلاع ملی کہ مولانا حسرت بھی گرفتار ہوگئے۔ استغاثہ کے اسی پیرا نمبر ۵۲ کی باقی سطریں یہ ہیں۔

"جب محمد میاں فرنٹیئر جا رہا تھا تو اس نے سہارنپور کے اسٹیشن پر جس وقت ظہور اور مبین کے ساتھ سنا کہ فضل الحسن (حسرت موہانی) کو علی گڑھ میں گرفتار کر لیا گیا ہے اس طرح اسے علم ہو گیا کہ یہ دونوں کام کو جاری رکھنے کے قابل نہیں رہے"۔

مولانا محمد میاں کے اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ "بندہ حسرت و آزاد سے ملا دونوں بیکار ہو چکے ہیں"۔

۲۲ھ حسرت یعنی مولانا فضل الحسن حسرت موہانی ان کی حریت پرستی اور استعمار دشمنی ضرب المثل کی طرح مشہور ہے تحریک ریشمی خطوط کے خاص رکن تھے۔ مولانا محمد میاں سے ان کی ملاقات کا ذکر پچھلے حاشیے میں آچکا ہے سازش کیس میں ان کا ذکر کئی مقام پر آیا ہے کیس کی شخصیات کے سلسلے میں ان پر جو نوٹ ہے اس میں بتایا ہے:

"فضل الحسن عرف حسرت موہانی بی اے پسر اظہر حسین آف علی گڑھ (یوپی) بدنام صحافی تحریک سودیشی کا حامی ہے۔ ابوالکلام آزاد، عبید اللہ، محمد علی آف کامریڈ اور شوکت علی کا بے تکلف ساتھی ہے۔ اردوئے معلی کا ایڈیٹر تھا بیان کیا جاتا ہے کہ سازش میں شامل تھا اور کابل میں مولوی عبید اللہ سے ابوکلام آزاد کے ساتھ جاکر ملنے والا تھا۔ ملک سے براہ کوئٹہ ان کی روانگی کے تمام انتظامات مکمل تھے لیکن اپریل ۱۹۱۶ء میں حسرت کی گرفتاری سے سارا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں اسے لیفٹیننٹ جنرل لکھا ہے"۔

مولانا حسرت موہانی ۱۸۷۸ء میں اودھ ضلع اناؤ کے ایک قصبہ موہان میں پیدا ہوئے والد کا نام اظہر حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم موہان میں حاصل کی انٹرنیس کا امتحان فتح پور ہسوہ سے پاس کیا۔ بی اے کی ڈگری ۱۹۰۳ء میں ایم۔ اے۔ او کالج علی گڑھ سے حاصل نے کے علی گڑھ سے اردو معلی نام کا ایک رسالہ جاری کیا۔ ۱۹۰۸ء میں ایک مضمون کی اشاعت کی بنا پر رسالہ بند ہو گیا، پریس ضبط ہو گیا، کتب خانہ نیلام کر دیا گیا اور مولانا حسرت کو دو سال کے لئے جیل میں ڈال دیا گیا اس کے بعد ان کی سیاسی زندگی اور قید و بند کا ایک لامتناہی سلسلہ تقسیم ملک تک

جاری رہا مولانا نے ۱۹۰۲ء سے تمام قومی و ملی سیاسی تحریکات میں حصہ لیا۔ قوم و ملت کی خدمت کے لئے کانگریس سے مسلم لیگ تک اور اردوئے معلی کے اجراء و ترتیب و اشاعت سے لے کر کھدر کی دکان اور چرخہ کاتنے تک کسی میدان میں بند نہ تھے۔ نہایت بے خوف، بہت بے باک، ایثار کا مجسمہ، زبان کی مثال، ادیب، شاعر، نقاد، تذکرہ نگار، سیاح، ترقی پسند، صوفی، انقلابی، اشتراکی، کانگریسی، لیگی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول نشہ آزادی اور دولت حق و صداقت کے غنائے غیر فانی سے مست رہنے والا فقیر حریت اور کوہ عزم و ثبات غرضیکہ ان کے کمالات بے حساب تھے۔

۱۳ مئی ۱۹۵۱ء کو لکھنو میں انتقال ہوا۔ اور آبائی وطن موہان میں تدفین عمل میں آئی۔

۴۳ آزاد مولانا ابوالکلام۔ مشہور عالم دین اور سیاسی رہنما۔ شیخ الہند کے سیاسی مشن کے خاص رکن تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی کے سفر کابل میں ان کا مشورہ شامل تھا۔ لیکن حضرت شیخ الہند کے سفر حجاز کے خلاف تھے۔ اس کا اظہار انھوں نے ترجمان القرآن میں سورہ توبہ کے ایک نوٹ میں بھی کیا اور اس کا ثبوت ریشمی خطوط سازش کیس سے بھی ملتا ہے۔ سازش کیس میں ان کا تذکرہ شاید سب سے زیادہ آیا ہے۔ الہلال، حزب اللہ، دارالرشاد، کلکتہ کی تحریکات حضرت شیخ الہند سے تعلقات، غالب نامہ اور فتویٰ جہاد، جنود ربانیہ وغیرہ اور آخر میں شخصیات کے ذیل میں ان کا ترجمہ شامل ہے۔ ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق وہ کابل جانے والے تھے سارا انتظام ہوگیا تھا کہ انھیں رانچی میں نظر بند کر دیا گیا اور یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ ہم یہاں سازش کیس کی شخصیات کے ضمن میں ان کے بارے میں جو نوٹ ہے اسے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

" محی الدین، کنیت ابوالکلام، آزاد الہلال کا بدنام ایڈیٹر، انجمن حزب اللہ اور کلکتہ کے دارالرشاد کالج کا بانی دلی کا باشندہ ہے لیکن تعلیم عرب میں پائی ہے۔ انتہا درجہ میں اتحاد اسلامی کا حامی۔ نہایت کٹر انگریز دشمن اور بے حد متعصب ہے۔ دیوبند کی سازش جہاد کا نہایت سرگرم رکن تھا۔

یقین کیا جاتا ہے کہ حالیہ شورش میں اس نے متعصبوں کو روپے اور دوسری طرح کی مدد دی ہے۔

جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹیننٹ ہے"۔

مولانا آزاد اگست ۱۸۸۸ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، تقریباً دس سال کی عمر میں اپنے والد مولانا خیرالدین کے ساتھ ہندوستان آئے کلکتہ میں قیام تھا اور وہیں متعدد اساتذہ سے تحصیل علمی کی۔ لسان الصدق، الندوہ، الہلال، البلاغ کے نامور ایڈیٹر رہے تذکرہ، ترجمان القرآن، غبار خاطر وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ آزاد ہندوستان کی وزارت تعلیم کے منصب پر فائز تھے۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں انتقال فرمایا۔ جامع مسجد دہلی کے سامنے اردو پارک میں ان کا مزار ہے۔

۲۴؎ غالباً مولانا محمد میاں کا ارادہ واپس حجاز جانے اور حضرت شیخ الہند سے ملاقات کا تھا لیکن اس وقت حجاز واپس جانے کی کوئی سبیل نہ نکل سکی اس لئے وہ ہندوستان سے یاغستان میں مجاہدین کے مرکز اور وہاں سے افغانستان چلے گئے آگے بڑھنے کا مطلب یہی ہے۔

۲۵؎ غالب نامہ وہ تحریر تھی جو حضرت شیخ الہند نے ترکی کے گورنر حجاز سے حاصل کی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ یہ بہترین موقع ہے کہ مسلمان اللہ پر بھروسہ کر کے اٹھ کھڑے ہوں اور دشمن (انگریز) کو موت کے منہ میں پہنچادیں۔ نیز یہ کہ مولانا محمود حسن پر اعتماد کرو اور روپیہ، آدمیوں اور ضرورت کی ہر چیز سے اس کام میں ان کی مدد کرو"۔ غالب نامہ کو بطور ضمیمہ آخر میں شامل کر دیا ہے۔

۲۶؎ احباب ہند سے مراد حضرت شیخ الہند کی تحریک سیاسی کے وہ خاص ارکان ، ہیں جو اس وقت ہندوستان میں تھے جن میں دہلی میں حکیم عبدالرزاق، ڈاکٹر انصاری، مولانا احمد علی لاہوری، رائے پور میں مولانا عبدالرحیم رائے پوری، دیوبند میں مولانا ظہور محمد، مولوی محمد مبین خطیب، علی گڑھ میں مولوی عبداللہ پروفیسر دینیات ایم اے او کالج، مولانا حسرت موہانی ایڈیٹر اردوئے معلیٰ، راندیر میں مولوی محمد حسین، بھوپال میں قاضی نواب محمد محی الدین مرادآبادی، کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد، پانی پت میں مولوی احمد اللہ، لاہور میں مولوی ابومحمد احمد، قصور میں مولانا عبدالقادر قصوری اور حیدرآباد سندھ، امروٹ۔ دین پور، قصور وغیرہ قصبوں اور شہروں میں بے شمار حضرات تھے جن کا ذکر ریشمی خطوط سازش کیس میں آیا ہے۔

۲۷؎ حضرت یاغستان سے اشارہ یاغستان میں اسمس کے مقام پر مقیم مجاہدین کی

جماعت ، اس کے امیر مولوی نعمت اللہ اور تحریک کے دوسرے حضرات ہیں۔ ریشمی خطوط سازش کیس کے نوٹ میں ہے کہ غالباً سیف الرحمٰن، حاجی صاحب ترنگ زئی، فضل ربی، فضل محمود وغیرہ کی طرف اشارہ ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ حاجی صاحب کا ذکر الگ آیا ہے۔ اور باقی تمام حضرات اس وقت افغانستان میں تھے۔

۲۸ء حاجی صاحب سے اشارہ مشہور مجاہد فی سبیل الحریت حاجی صاحب ترنگ زی کی طرف ہے جو حضرت شیخ الہند کی تحریک سیاسی کے خاص رکن تھے۔ مولانا حسین احمد مدنیؒ نے نہایت تفصیل کے ساتھ حاجی صاحب کے حالات، ان کے کارنامے اور یاغستان کے حالات اور معرکوں کا حال لکھا ہے یہاں صرف اشارات پر اکتفا کیا جا رہا ہے ان کا نام نامی فضل واحد تھا۔ نہایت متقی ، پرہیزگار، صاحب علم و عمل اور مشہور پیران طریقت و سلوک میں سے تھے۔ مولانا شاہ نجم الدین معروف بہ ملا ہڈا کے خلیفہ و جانشین تھے جذبات حریت و آزادی اور جہاد دینی کے حد سے زیادہ دلدادہ تھے انگریزی علاقہ ضلع پشاور میں خدمات دینیہ، تبلیغ اور تسلیک میں ابتدا سے مشغول تھے ضلع پشاور اور یاغستان میں ہزارہا ان کے مریدین اور مخلصین تھے۔ حضرت شیخ الہند نے بار بار مولانا عبید اللہ سندھی اور مولانا عزیز گل کو ان کی خدمت میں بھیج کر اپنے مشن میں داخل کیا اور جہادِ حریت کے لئے آمادہ کیا اور استدعا کی کہ وہ اپنے وطن سے آزاد علاقہ (یاغستان) میں چلے جائیں اور وہاں کے مرکز کو سنبھال لیں حضرت شیخ الہند نے اپنے شاگردوں کو جو بے شمار تھے اور اپنے اپنے علاقوں میں تعلیم و تدریس وغیرہ میں مشغول، لکھا کہ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی تابعداری کریں۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں اعلان جنگ عمومی کے بعد حاجی صاحب وہاں پہنچے اور جہاد آزادی کے جھنڈے کو بلند کیا اور پلٹنیں کی پلٹنیں کاٹ دیں۔ غیور اور بہادر مریدوں اور مجاہدوں کے مقابلے میں پرانی اور آزمودہ کار برطانوی فوجوں کے چھکے چھوٹ چکے تھے۔ چند مہینوں کی جنگ میں انگریزوں کو انتہائی نقصان جان و مال کا اٹھانا پڑا۔ بالآخر وہی پرانا طریقہ جو آڑے وقتوں میں انگریز اختیار کرتے رہے ہیں اختیار کیا یعنی سازش اور زرپاشی کے ذریعے معرکے کو جیتا۔ مولانا مدنیؒ لکھتے ہیں :

"حاجی صاحب ترنگ زئی اور ان کے ساتھ کے مجاہدین نہایت استقلال اور

بامردی کے ساتھ مقابلے کرتے رہے اور ایک مورچے کو چھوڑ کر دوسرا مورچہ بناتے ہوئے پسپا ہوتے رہے مگر انگریزوں کی ڈپلومیسیوں اور ان پروپیگنڈوں کی وجہ سے جن کا ذکر ہم پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں، ان کے ساتھی روز بروز فرار ہوتے اور کم ہوتے رہے۔ بالآخر کارکن حضرات مجبور ہو کر منتشر ہو گئے۔ حاجی صاحب مرحوم کو ان کے مخصلین مہمند کے علاقے میں لے گئے اور وہ محفوظ ہو کر اقامت پذیر ہو گئے"

مولانا محمد میاں نے اپنے خط میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ ریشمی خطوط سازش کیس میں سرحد سے حضرت شیخ الہند کے تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ استغاثہ کے پیرا نمبر ۳ میں ہے کہ نومبر یا دسمبر ۱۹۱۰ء کی بات ہے کہ مولانا محمود حسن کو پہلی بار سرحد کے لوگوں سے مشورہ کرتے دیکھا گیا۔ کابلیوں جیسے دو آدمی آئے اور اس کے گھر میں مقیم ہوئے۔ شاید دو ماہ بعد پھر یہ لوگ آئے"

استغاثہ کے پیرا نمبر ۵۵ میں ہے کہ

"۱۹۱۵ء میں حاجی صاحب ترنگ زئی اور مولوی فضل ربی، فضل محمود، اور عبدالعزیز و سیف الرحمٰن سرحد پار کافی سرگرم رہے ان کو مولانا (محمود حسن) نے شورش پھیلانے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ برطانیہ کے خلاف جنگ میں بہت سے قبائلیوں نے حصہ لیا"

اس کے بعد جنود ربانیہ کے عہدیداروں کی فہرست میں لیفٹیننٹ جنرل کی حیثیت سے ان کا نام آیا ہے۔ آخر میں سازش کیش کی شخصیات کے سلسلے میں ان الفاظ میں ان کی شخصیت اور کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

"اس کا اصلی نام فضل واحد ہے لیکن حاجی صاحب ترنگ زئی کے نام سے مشہور ہے۔ لڑکا ہے فضل احمد حاجی خلیل محمد پیر زادہ آف عمرزئی آف ترنگ زئی نزد چارسدہ ضلع پشاور۔ مرحوم ملا ہڈا کے پیروؤں میں اور پشاور کے اکثر دیہات میں نہایت با اثر ہے اور حکومت کے خلاف سخت مخالفانہ جذبات رکھتا ہے ۱۹۱۵ء میں دیوبند کے مولانا محمود حسن کے ایما پر آزاد قبائل میں چلا گیا

جہاں سیف الرحمٰن اس سے جاملا تھا اس کے بعد سے مہمند، بونروال اور دوسرے قبیلوں کو علم جہاد بلند کرنے پر اکسانے میں نہایت سرگرم رہتا تھا۔ شب قدر کے حملے کے لئے خاص طور پر ذمہ دار ہے۔ کابل کے سازشیوں سے رابطہ ہے اور پانی پت کے مولوی احمداللہ اور صوفی مسجد لاہور کے مولوی ابومحمد احمد کے ذریعے دیوبند پارٹی سے امداد حاصل کی ہے"۔

شب قدر اور دیگر محاذوں کی جنگ کے بارے میں مولوی محمد علی قصوری نے اپنی کتاب "مشاہدات کابل دیاغستان" میں نہایت معتبر اور صحیح معلومات کو جمع کر دیا ہے۔

۲۹؎ حجاز کے گورنر غالب پاشا نے اپنی مشہور تحریر "غالب نامہ" میں لکھا ہے کہ ہم انشاءاللہ عنقریب مکمل فتح اور کامیابی کے بعد معاہدے کریں گے تو تمہارے حقوق کی پوری طرح حفاظت اور مدافعت کریں گے۔ اشارہ اسی طرف ہے کہ یاغستان کے آزاد قبائل نے انگریزوں کے خلاف متعدد محاذ کھول کر ترکی حکومت کی جس طرح بالواسطہ مدد کی ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے انگریزوں سے معاہدے میں ان کے حقوق ومفادات کا بطور خاص تحفظ کیا جائے۔

۳۰؎ انگریزوں کے پروپیگنڈے، ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے متاثر ہو کر ہندپاکستان کے رؤسا، امراء، نوابین، خطاب یافتہ، مختلف مذہبی وسیاسی جماعتیں، افراد اور اخبارات تحریک جہاد اور مہاجرین ومجاہدین کے خلاف جو باتیں کہہ رہے تھے اور لکھ رہے تھے اس کا اثر چندروں پر بھی پڑ رہا تھا۔ مولوی احمد رام پوری جیسے حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور مخلص نے اس روپے تک کو دینے سے انکار کر دیا تھا جو انھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا پھر حضرت کی ہدایت کے مطابق انھوں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا اس تحریک کے خلاف جو کام ہو رہا تھا اور جماعت کو اس سے جو ضعف پہنچ رہا تھا اس کا اندازہ صرف ایک دائرے بلکہ تحریک کے مرکز دارالعلوم دیوبند کے ان حالات سے کیا جا سکتا ہے جن کی طرف اس خط کے حاشیہ نمبر ۱۶ میں اشارہ کیا گیا ہے مولانا محمد میاں نے جماعت کے اسی ضعف اور مہاجرین کو ناکافی امداد کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۳۱؎ محمد میاں فروری ۱۹۱۶ء میں بمبئی پہنچے تھے، وہاں سے راندیر پھر بھوپال گئے - بھوپال سے دیوبند، انبیٹھ وغیرہ گئے اور علی گڑھ میں ایک دوبار مولانا حسرت موہانی سے ملے اواخر مارچ میں انھوں نے کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات کی۔ اپریل کے شروع میں کلکتہ سے لوٹے اور دہلی گئے اور وہاں جماعت کے ارکان حکیم عبدالرزاق، ڈاکٹر انصاری، مولانا احمد علی لاہوری اور دیگر حضرات سے ملے، ممکن ہے کہ مارچ میں بھی ان حضرات سے ملے ہوں۔ ان مقامات کے علاوہ شمالی وجنوبی ہند کے بعض دیگر مقامات مثلاً رائے پور، لاہور بھی ان کا جانا ثابت ہے - سازش کیس رپورٹ کے مطابق اپریل کے آخر میں انھوں نے سرحد پار کی اور وہ یاغستان پہنچ گئے ان کے اپنے بیان کے مطابق ایک ماہ یعنی مئی کے مہینے میں یاغستان میں مجاہدین کے مرکز اسمس میں قیام کیا وہاں سے مہاجرین کے ایک وفد کے ساتھ جس میں مولوی محمد بشیر ضرور شامل تھے، جون ۱۹۱۶ء میں کابل پہنچے۔ وہاں چند دن قیام کرنے حالات کا جائزہ لینے اور مولانا سندھی سے مشورے کے مطابق انھوں نے ہندوستان اور افغانستان کے حالات نیز تحریک کے کوائف سے مطلع کرنے کے لئے حضرت شیخ الہند کو خط لکھا۔ لیکن انھیں ریشمی خطوط کے پکڑے جانے کے بعد حکومت ہند کے احتجاج پر افغانستان سے نکلنا پڑا۔ اور وہ یاغستان دوبارہ چلے گئے اور بقول مولانا مولانا سندھی ایک زمانہ تک وہاں رہے، لیکن میرا خیال ہے کہ یہ زمانہ چند ماہ سے زیادہ طویل نہیں ہوسکتا اس لئے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے جو استغاثہ ملک معظم شہنشاہ ہند بنام عبیداللہ مرتب کیا ہے وہ یکم جنوری ۱۹۱۳ء اور یکم جنوری ۱۹۱۷ء کے واقعات پر مشتمل ہے اور اس میں ملزم نمبر ۴۸ محمد میاں ہیں اور انھیں گرفتار دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے خود سازش کیس کی رپورٹ سے بات کی تردید ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ستمبر ۱۹۱۷ء میں چند اہم دستاویزات گورنمنٹ کے ہاتھ لگی تھیں ان میں ایک خط مولانا محمد میاں کا بھی ہے جو انھوں نے حضرت شیخ الہند کے نام لکھا تھا۔ لیکن یہ خط انور کو بھی دیا جاتا تھا اس میں یہ جملہ بھی ہے کہ مراسلہ نگار ایک برس سے افغانستان نہیں گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک مولانا محمد میاں کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی تھی یہ زمانہ انھوں نے یاغستان میں گزارا یا ہندوستان میں بھیس بدل کر جیسا کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے بیان ظاہر ہوتا ہے

۳۲؎ مولانا سیف سے مراد مولانا سیف الرحمٰن ہیں حضرت شیخ الہند کی تحریک کے ایک اہم رکن

تھے ریشمی خطوط سازش کیس میں متعدد مقامات پر ان کا ذکر آیا ہے۔ ریشمی خطوط سازش کیس کا جو خلاصہ وی دی ویان نے تیار کیا ہے اس میں بایں الفاظ میں ان ذکر آیا ہے۔

"جون ۱۹۱۵ء میں مولوی سیف الرحمن نے جو مدرسہ فتح پوری مسجد میں استاد تھا اچانک غائب ہو گیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ شمال مغربی سرحد کو عبور کر کے آزاد علاقہ میں پہنچ گیا ہے وہ فوراً حاجی صاحب ترنگ زئی سے وابستہ ہو گیا۔ وہ ضلع پشاور کا ایک پر جوش لیکن با اثر کٹر متعصب ہندوستانی تھا اور ہجرت کر کے آزاد علاقہ میں آ گیا تھا اس نے حاجی صاحب کو مجبور کیا کہ علم جہاد بلند کرنے کی ان تھک کوشش میں سرحد کا دورہ کریں وہ کامیاب رہا۔ اس کا ثبوت ان واقعات سے مل گیا جس کے نتیجے میں ۱۵ اگست ۱۹۱۵ء کو رستم کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں کئی متعصب ہندوستانی کام آئے۔

آخر میں شخصیات کے سلسلے میں ان پر نوٹ ہے ان کے حالات پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ اس میں ہے کہ سیف الرحمن ولد غلام خان ساکن متھرا تھانہ شنکر گڑھ شمال مغربی سرحدی صوبہ مولانا محمود حسن جہاد کی جو سازش تیار کی تھی اس میں ایک اہم ترین شخص ہے وہ درانی خاندان کا ہے اس کا خاندان کابل سے ترک وطن کر کے پشاور آیا اور اسی ضلع میں سکونت پذیر ہو گیا۔ ملی گڑھ مولوی لطیف اللہ سے مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ شاہجہان پور کے اسلامیہ اسکول کا ہیڈ ماسٹر بن گیا اس کے بعد وہ ریاست ٹونک پہنچا اور ایک ریاستی اسکول میں ملازمت اختیار کر لی تقریباً پانچ برس ہوئے سیف الرحمن دلی چلا گیا تھا اور مدرسہ فتح پوری مسجد کا صدر مدرس بن گیا۔ جون ۱۹۱۵ء تک وہ دلی میں رہا جب مولانا محمود حسن، عبید اللہ اور ابوالکلام آزاد کی اسکیموں کے تحت سرحد پار کر گیا۔ وہ حاجی صاحب ترنگ زئی پر اثر ڈال کر ان سے غلط اقدامات کراتا رہا جن کا وہ سکریٹری بن گیا تھا۔ سیف الرحمن کے اثر سے حاجی صاحب ہمیشہ آزاد قبائل اور مجاہدین میں تعصب کا جوش پیدا کرنے میں سرگرمی سے مصروف رہتا ہے ۱۹۱۵ء میں سرحد پر جو لڑائیاں ہوئیں ان کی ذمہ داری بڑی حد تک اس پر ہے۔ اب وہ کابل میں ہے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں میجر جنرل ہے۔

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے ان کے بارے میں جو معلومات درج فرمائی ہیں ان کی خاص

باتیں یہ ہیں کہ مولانا سیف الرحمن نے حدیث مولانا رشید احمد گنگوہی سے حاصل کیا تھا حضرت شیخ الہند نے انھیں اپنا ہم خیال بنایا اور اپنی تحریک کا ممبر بنا کر یاغستان کی طرف ہجرت کرجانے کا حکم دیا چنانچہ موصوف ہجرت کر کے یاغستان پہنچے اور موگری میں وعظ و تبلیغ کرتے اور انھیں جہاد آزادی پر آمادہ کرتے رہتے۔ مقرر بہت اعلی درجے کے اور نہایت ذہین اور صاحب علم و عمل تھے۔ ان کے وعظ و تلقین سے لوگوں میں بہت زیادہ جوش اور تاثر پیدا ہوا چونکہ وہ اپنی ملازمت چھوڑ کر بامر حضرت شیخ الہندؒ مع متعلقین یاغستان گئے تھے۔ اس لئے جب تک حضرت شیخ الہندؒ ہندوستان میں رہے ان کے مصارف کے لئے ماہ بماہ حسب استطاعت متکفل رہے۔ موصوف حاجی صاحب ترنگ زئی کی معیت میں جہاد میں شریک رہے۔ شکست ہونے کے بعد کابل چلے گئے

ریشمی خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں تحریک سے اختلاف پیدا ہوگیا تھا اور انھوں نے تحریک سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ لیکن معاملہ انگریزی حکومت سے ساز باز کا بالکل نہ تھا اس لئے جب ریشمی خطوط سازش کا انکشاف ہوا تو حکومت ہند نے افغانستان سے احتجاج کے نتیجے میں مولانا محمد میاں عرف منصور انصاری اور مولانا سیف الرحمن کو بھی کابل سے نکلنا پڑا لیکن اس کے بعد انھوں نے تحریک سے اپنے اختلاف کو ظاہر کر دیا اور ہندوستانی معاملات سے الگ رہنے کا وعدہ کرلیا اور بظاہر وہ انگریزوں کی تائید کے کاموں میں کچھ مدد بھی کر دیتے تھے۔ مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم لکھتے ہیں:

> "ہندوستانی حکومت کے احتجاج کا یہ اثر ہوا کہ مولانا منصور انصاری اور مولانا سیف الرحمن کابل سے یاغستان روانہ کر دیئے گئے۔ جلال آباد تک دونوں ساتھ رہے مولانا سیف الرحمن کو جلال آباد میں برٹش افغانوں نے اپنی معیت میں لے لیا اور ہندوستانی معاملات میں علیحدگی کا وعدہ کرالیا۔ اب وہ مستوفی الممالک (مرزا محمد حسین کے مہمان ہوکر رہنے لگے۔ امیر حبیب اللہ کی حکومت کے آخر تک مستوفی الممالک کے ساتھ اور اس کو جو کام انگریزوں کی تائید کے لئے دیا جاتا تھا اس میں اس کی امداد کرتے تھے"!

یہی بات اس حوالے سے مولانا حسین احمد مدنیؒ نے لکھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا سیف الرحمن تحریک سے اختلاف میں مخلص تھے انھوں نے تحریک سے کنارہ کشی ضرور اختیار کی اور ہندوستان کے سیاسی

معاملات سے علیحدگی کا وعدہ بھی کر لیا لیکن انھوں نے تحریک اور اس کے ارکان کو نقصان پہنچانے اور انگریزوں کو تحریک کے رازوں سے مطلع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مولانا سندھی اس کے بعد بھی ایک مدت افغانستان میں رہے اور کچھ عرصہ تو نظر بندی کی حالت اور مولانا سیف الرحمن کی نگرانی میں رہے اور حالات اور گرد و پیش نے جس حد تک اجازت دی سیاسی کام بھی کرتے رہے لیکن مولانا سیف الرحمن ان کے کاموں میں رکاوٹ نہیں بنے۔ انھوں نے مولانا سندھی کی سیاسی مصروفیات کی طرف سے صاف اغماض ہوتا۔

ان کے اخلاص کا ایک ثبوت یہ بھی ہے۔

مولانا محمد میاں نے یہ ریشمی خطوط ۹ جنوری ۱۹۱۶ء کو لکھا تھا اس میں یہ جملہ ہے کہ مولانا سیف جماعت سے الگ ہو کر یہاں مقیم ہیں اور اس خط کے ساتھ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم جنود ربانیہ کے عہدیداروں کی جو فہرست بھیجی تھی اس میں اس کا نام میجر جنرل کی حیثیت سے آیا ہے۔ اگر مولانا سندھی کو اس وقت تک ان پر اعتماد نہ ہوتا تو وہ ان کا نام اس فہرست میں ہرگز شامل نہ کرتے اس لئے جن حضرات کے بارے میں انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ جماعت سے ان کی وفاداریاں ختم یا مشکوک ہو چکی ہیں انھیں مولانا سندھی نے جنود ربانیہ میں کوئی عہدہ پیش نہیں کیا تھا اس سلسلے میں مولانا مرتضیٰ حسن، مولانا مطلوب الرحمن، محمد مسعود انیس الرحمن وغیرہ کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہندوستانی معاملات سے مولانا سیف الرحمن کے علیحدگی کے وعدے باوجود ہندوستانی گورنمنٹ کو ان پر اعتماد نہ تھا۔ مستوفی الممالک کے ساتھ ان کا قیام آزادانہ ہرگز نہ تھا۔ بلکہ ایک طرح کی نظر بندی تھی۔ نقش حیات میں ان کے ترجمے کا آخری جملہ یہ ہے:-

"سردار امان اللہ خان کے عہد میں آزاد ہو کر کابل پہنچے اور بڑے عہدوں پر فائز ہو گئے۔"

مستقل قیام کابل ہی میں کر لیا تھا ۱۳۵۸ھ (۱۹۳۹ء) تک بقید حیات تھے۔

(مسلسل)